قسط ہشتم:-

# میر کا سیاسی اور سماجی ماحول

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

گذشتہ سے پیوستہ

دہلی پر اپنا تسلط جمانے کے بعد مرہٹوں نے نجیب الدولہ پر دھاوا بول دیا۔ چونکہ اس زمانے میں سکھوں نے دوآبہ میں لوٹ مار مچا رکھی تھی، اس سبب سے نجیب الدولہ نے دوآبہ کے کچھ اضلاع مرہٹوں کو دے کر اُن سے صلح کر لی، مگر اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔[1]

نجیب الدولہ کا بیٹا ضابطہ خاں اس کا جانشین ہوا۔ اور درباری منصب پر فائز ہوا، ۱۷۷۱ء میں جب مرہٹوں کو جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے، دہلی پر اقتدار حاصل ہو گیا تو انھوں نے ضابطہ خاں کو مار بھگایا اور وہ اپنی جاگیر کو چلا گیا، چوں کہ مرہٹہ سردار سارے ہندوستان پر اپنا اقتدار جمانا چاہتے تھے، اور ضابطہ خاں کی موجودگی میں اُن کا یہ مقصد پورا نہ ہو سکتا تھا، اس لیے انھوں نے ضابطہ خاں سے سکرتال میں جنگ کی، ضابطہ خاں کو شکست ہوئی، وہ بھاگ کر شجاع الدولہ کے سایۂ عاطفت میں چلا گیا۔ اس کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا، اور غوث گڈھ کے علاوہ اُن کے تمام مقبوضات پر

---

[1] نجیب الدولہ کی وفات ۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۰ء میں ہوئی اور نجیب آباد میں اُسے دفنایا گیا۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ مفتاح التواریخ - ص ۳۵۱ - سرگزشت نواب نجیب الدولہ - ص ۷۱ -

شاہی قبضہ ہوگیا۔[1]

غلام قادر روہیلہ کا عروج وزوال | اس وقت غلام قادر کی عمر آٹھ یا دس سال کی تھی اور دیگر قیدیوں کے ساتھ بادشاہ نے اُس کو بھی قتل کر دینا چاہا لیکن منظور علی خاں، ناظر، کی درخواست پر اس کی جان بخشی ہوئی، وہ بہت خوبصورت تھا، اس سبب سے وہ بادشاہ کا منظورِ نظر ہوگیا، اور اُسے خصی کرا دیا گیا۔ قدسیہ باغ میں لاکر رکھا گیا۔ اُس زمانے میں شاہ عالم ثانی عیش وعشرت کا اتنا دلدادہ تھا کہ ہمہ وقت رقص وسرود کی محفل جمی رہتی تھی اور شاہی حکم کے مطابق غلام قادر زنانہ لباس میں بادشاہ کے سامنے آیا کرتا تھا۔[2]

اظفری کا بیان ہے کہ

"حضرت سلامت نے جب اس نمک حرام کو اپنی مبارک آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا تو نہایت شفقت کی، پورے آرام وحفاظت کے ساتھ دلّی میں لاکر قدسیہ باغ میں رکھا، اور چوکی پہرہ مقرر کر دیا۔ روزانہ تین وقت اُس کے لئے قسم قسم کے کھانوں کے کئی خوان بھجواتے تھے، اور اکثر حضور میں طلب فرماکر اُس کے حالِ زار پر بجید رحم اور عنایت مبذول فرماتے تھے، اُس کی پیٹھ پر محبّت سے اپنا مبارک ہاتھ

---

[1] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۶۰ - ۱۶۱ - چوں کہ شاہی لشکر کے ساتھ میرؔ بھی سکرتال گئے تھے اس لئے ان کا بیان ملاحظہ ہو۔ " اس تقریب سے میں بھی شاہی لشکر کے ہمراہ (رائے بہادر کی معیت میں) اس طرف روانہ ہوا۔ ان لوگوں نے جاکر ضابطہ خان کو بغیر جنگ کے ہی بھگا دیا۔ اور اس کے اموال واسباب۔ اور جائداد پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ کو سوائے دوسو مریل گھوڑوں اور چند پھٹے پرانے خیموں کے کچھ نہ دیا۔ بادشاہ (مرہٹوں کی) اس حرکت سے بہت بددل ہوا۔ لیکن کرتا کیا۔؟ دکھنیوں کے پاس طاقت تھی اور یہاں نہ زور تھا نہ زر! جب اِن مرہٹوں پر زور نہ چلا تو کارپردازوں نے یہاں (اس کے) لوگوں کی جاگیریں دھڑا دھڑ ضبط کرنا شروع کردیں اور بہت سے انسانوں کو ذلیل وخوار کیا" میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۶۱۔ نیز ملاحظہ ہو، تذکرہ ہندی (مصحفی) ص ۱۴۰۔ [2] جام جہاں نما (قلمی ۲۶) ص ۷۱ (الف) و ۷۷ (الف) عبرت نامہ (قلمی) ۲۵۴

پھیرتے، اس کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت کچھ تاکید فرماتے رہتے، یہاں تک کہ اُسے اپنا بچہ کہنے لگے اور روشن الدولہ کا خطاب دیا، جب کبھی وہ اپنے ماں باپ کی یاد میں روتا تو اُس سے رہائی کا وعدہ فرماتے۔" [۱]

بعض امراء نہیں چاہتے تھے کہ وہ رہائی پائے اور رفتہ رفتہ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ مجدالدولہ عبدالعہد خان بہادر، جو شاہِ عالم بادشاہ کے وزیر دوم تھے، غلام قادر کو قتل کرانے کے درپے ہو گیا۔ [۲] لیکن چونکہ بادشاہ غلام قادر کو فرزندِ خاص سے مخاطب کر چکے تھے۔ اور ایک موقع پر بادشاہ نے اپنی نوازشِ خاص سے حضور پُر نور نے اس کے متعلق اُردو زبان میں چند شعر بھی کہے تھے، وہ اشعار ملاحظہ ہوں،

| | |
|---|---|
| فرزند خاص ہے یہ اور ہیں غلام سارے | آباد رکھیو یارب فدوی کا گھر ہمارے |
| پھولا رہے ہمیشہ باغِ مراد اس کا | ہرگز خزاں نہ پھٹکے اس باغ کے کنارے |
| سائے میں پرورش ہو ظلِ الٰہ کے یہ | ہے آفتاب جب لگ انور فلک کے تارے |

اس شفقت اور محبت کے سبب سے بادشاہ نے چند خاص رازداروں کی معرفت اس لڑکے کو کافی مصارف اور سامان کے ساتھ رات کے وقت رہا کر کے اس کے ماں باپ کے پاس بھجوا دیا۔ [۳]

ضابطہ خان کے انتقال کے بعد غلام قادر خان اپنے والد کی جاگیر کا وارث قرار پایا۔ [۴] چونکہ مرہٹوں نے اُس کے والد کے ساتھ بڑے مظالم توڑے تھے اور غوث گڈھ کی تباہی و بربادی کے باعث ہوئے تھے، اس وجہ سے وہ ان کے تحت دشمنی رکھتا تھا، اُدھر منظور علی خان ناظر قلعۂ معلی بھی مرہٹوں سے تنگ آ چکا تھا، لہٰذا اِن دونوں نے دہلی سے مرہٹوں کے نکال بھگانے کا منصوبہ بنایا۔

جب سندھیا، مرزا اسمٰعیل بیگ سے ہار کر گوالیار کی طرف چلا گیا تو اُس دوران میں بادشاہ کے ناظر نے غلام قادر کو اپنا بیٹا بنا لیا اور اُسے دہلی بلایا کیونکہ بادشاہ اس کے کہنے پر عمل نہ کرتا تھا۔

---

[۱] واقعات اظفری۔ ص ۴ [۲] ملخص التواریخ۔ ص ۳۳۴ [۳] واقعات اظفری۔ ص ۴، ۵
[۴] ایضاً۔ ص۔ ۵۔ غلام قادر کی ابتدائی فتوحات کے لئے ملاحظہ ہو، میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۸۹۔

یعنی مرہٹوں کی طرف داری سے باز نہ آتا تھا، غلام قادر خان نے دہلی کے قلعہ پر قبضہ کر کے اپنا آبائی منصب امیر الامرائی حاصل کیا۔[1] بعد ازیں اُس نے علی گڈھ کا قلعہ مرہٹوں سے بزور شمشیر چھین لیا اور اسمٰعیل بیگ کی مدد سے اکبر آباد کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مرہٹوں سے زبردست جنگ ہوئی اور روہیلوں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے لیکن اسی اثناء میں سہارن پور کے علاقے میں سکھوں کے گھس آنے کی خبر غلام قادر کو ملی تو اُسے واپس جانا پڑا۔[2]

اکتوبر ۱۷۸۸ء میں غلام قادر خان دوبارہ دہلی آیا۔ شاہ عالم ثانی نے اپنے مددگار مرہٹوں کو بلایا، اس دوران میں ساری مغل سپاہ غلام قادر کے ساتھ ہو گئی، آخر کار بادشاہ نے غلام قادر کو بلا کر پھر امیر الامرائی کا منصب تفویض کیا۔ غلام قادر نے بادشاہ سے سپاہ کو دینے کے لئے روپے طلب کئے، بادشاہ کی غربت کا یہ عالم تھا کہ تحویل میں بالکل روپیہ نہ تھا۔ لالہ سیتل داس نے بادشاہ کو مطلع کیا کہ ابھی کچھ دنوں پہلے شاہی محافظ سپاہ رکھنے کے لئے سونے کی طشتریاں پگھلا کر سونا فروخت کر کے روپیہ حاصل کیا گیا تھا۔ افغانوں کو دینے کے لئے اب بالکل روپے نہیں ہیں۔ یہ بات سن کر غلام قادر کے غیظ وغضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور بادشاہ کے ساتھ وہ درشت کلامی سے پیش آیا۔ اور یہاں تک کہ غصہ میں آکر ایک مرتبہ اُس نے میان سے تلوار

---

[1] اظفری نے لکھا ہے کہ ۔ "جب غلام قادر کا باپ ضابطہ خان اپنی طبعی موت سے مر گیا اور یہ نمک حرام اپنے باپ کا جانشین ہوا تو بالکل ہی فرعون بن گیا۔ سر پر ٹیڑھی ٹوپی رکھنے لگا۔ کمینہ پن اور شرارت پر زبان کھول کھلم کھلا کہنے لگا کہ بہت جلد میں شاہ جہان آباد پہنچتا ہوں اور اپنا بدلہ لیتا ہوں، جس طرح بھی ہو مکر و فریب سے کام لوں گا اور اُس قلعہ کو جمنا میں غرقاب کروں گا۔ یہ خبریں برابر پہنچتی تھیں، ہر خاص وعام کے زبان زد تھا کہ عنقریب غلام قادر دتی پہونچنے اور اُسے تہ و بالا کرنے والا ہے۔ آخر کار چند مہینے کے عرصے میں اُس نمک حرام نے اپنی فوجوں کے ساتھ دھاوا کیا، شاہدرہ اور اندھیاؤلی تک پہونچ گیا...... یہ دونوں موضع دریائے جمنا کے پار واقع ہیں، وہاں سے قلعۂ مبارک پر گولے برسنے لگے، اسی دوران میں چند شرطیں طے پا گئیں، لڑائی بند ہوئی اور یہ اپنے وطن کو روانہ ہو گیا۔ واقعات اظفری۔ ص۔ ۵۔ [2] واقعات اظفری ص ۶۔

نکال لی، اسمٰعیل بیگ، ناظر، کی درخواست پر بادشاہ زنان خانے میں چلے گئے، تین دن تک بادشاہ اور شاہی خاندان کے افراد کو بلا دانہ پانی گزارنے پڑے۔ غلام قادر نے بیدار بخت کو تخت پر بٹھا دیا۔ بیدار بخت کی مدد سے دفینے کھدوائے گئے۔[۱]

بعد ازیں غلام قادر نے بادشاہ کو حرم سرا سے طلب کیا، شاہ عالم بادشاہ اور شہزادوں کو موتی محل میں گنہ گاروں کی طرح گرم اینٹوں پر کھڑا کر دا کرا ور مرزا اکبر اور سلیمان کو بندھوا کر فراشوں کو انہیں پیٹنے کا حکم دیا۔ بیدار بخت نے مشکل کشائی کی، اُس کے بعد غلام قادر نے انہیں تیز دھوپ میں بٹھوا دیا۔ شاہی مستورات کے ہاتھوں پاؤں پر کھولتا ہوا روغن ڈالا گیا۔ اور طرح طرح کی سختیاں کر کے اُن سے دفینوں کی نشان دہی کروائی گئی، کڑ کڑاتی دھوپ میں بیٹھا ہوا شاہ عالم، غلام قادر کو بُری بُری گالیاں دے رہا تھا۔ اور فریاد و آہ و زاری کر رہا تھا۔ غلام قادر کے حکم کے مطابق روہیلوں نے اُسے زبردستی زمین پر پٹک دیا۔ اور اس کی آنکھیں نکال لیں۔ مستورات کے جسم سے کپڑے اور زیورات اُتار کر اُنہیں در بدر کی ٹھوکریں کھانے اور دریوزہ گری کے لئے محل سے باہر نکال دیا گیا۔[۲]

یہ وہ زمانہ تھا جب میر دلی کی سیاسی اُتھل پُتھل اور ذاتی افلاس و تنگ دستی سے تنگ آکر نواب آصف الدولہ کی دعوت پر لکھنو جا چکے تھے، اس بنا پر اس اہم واقعہ کے بارے میں انھوں نے صرف اتنا ہی لکھا ہے :-

"اُس کے (بادشاہ) ساتھ ناگفتہ بہ سلوک کیا۔ اور تمام قلعے کو غارت کر دیا اور

---

[۱] واقعات اظفری۔ ص ۷۔ عبرت نامہ (قلمی) [۲] برائے تفصیل ملاحظہ ہو، واقعات شاہ عالم (یا عبرت نامہ) مولوی خیر الدین۔ کلیات قاسم (قلمی) ص ۴۰ نیز ۱۰۱، عماد السعادت۔ ص ۵ ب۔ مفتاح التواریخ ص ۳۶۲

History of the Reign of Shah Aulum (ed. 1798) pp 175-180. Ruler of India (Oxford 1901) pp 133-144 Fall of the Mughal Empire Vol, III, PP 302 - 330

شہزادوں کے ساتھ وہ کچھ کیا جو نہ کرنا چاہئے تھا، بہت سا زر و مال اس کے ہاتھ آیا، بادشاہ کی آنکھیں نکال لیں اور دوسرا بادشاہ بنا دیا۔" [1]

شاہ عالم نے اِن واقعات کو خود نوشتہ ایک مرثیہ میں بڑے پُر درد انداز میں بیان کیا ہے۔

صرصر حادثہ برخاست بے خواری ما　　داد برباد برد برگ جہاں داری ما

آفتاب فلک رفعتِ شاہی بودم　　برد دو شام زوالہ آہ سیہ کاری ما

چشمِ ما کندہ شد از جور فلک بہتر شد　　کہ نہ بینیم کہ کند غیر جہاں داری ما

داد افغان بچہ شوکت شاہی برباد　　کیست جز ذات مزہ کہ کند یاری ما

کردی سی سال نظارت کہ مراد اد برباد　　زود تر یافت تلافی ستم گاری ما

حق طفلاں کہ ز سی سال فراہم کردند　　کردہ تاراج نمودند سبک ساری ما

قوم افغان و مغلیہ ہمہ بازی دادند　　بسکہ گشتند مجوز گرفتاری ما

شیر دادیم بہ ایفی بچہ پروردیم　　عاقبت کشت بجوزپی خونخواری ما [2]

اس کے بعد غلام قادر نے ناظر کو بھی قید کر لیا اور شہر والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ جب اُس کا غلبہ حد سے بھی زیادہ بڑھ گیا تو کسی بات پر مرزا اسمٰعیل بیگ سے بھی ٹھن گئی، اور اُس نے مرہٹوں سے صلح کر لی، اس دوران میں مرہٹہ فوج دہلی کے قریب پہونچ گئی اور اس فرقے کے بعضے سردار شہر میں داخل ہو گئے، غلام قادر قلعہ بند ہو گیا۔ رات کو مع فوج، اسباب و زر و مال شاہزادوں اور ناظر وغیرہ کو ساتھ لے کر خضری دروازہ سے نکل بھاگا۔ شاہدرہ کے قریب اپنی فوجیں جما دیں، مادھو سندھیا آگیا اور اُس نے روہیلوں سے جنگ شروع کر دی، یہ سلسلہ ایک ماہ تک چلتا رہا۔ بعد ازیں علی بہادر نامی ایک سردار دکن سے آیا اور غلام قادر سے فیصلہ کن جنگ

---

[1] میری آپ بیتی۔ ص ۱۹۰، قلعہ معلی کی تباہی و بربادی اور افراد شاہی کی حالت کے لئے۔ ملاحظہ ہو۔ واقعات اظفری۔ ص ۷، ۹ دریائے لطافت (اُردو) ص ۱۱۹۔

[2] History of the Reign of Shah Aulum = PP 249-54
تذکرہ گلشن ہند۔ ص ۷ و ۹

کرنے پر تُل گیا۔ اور آخر کار غلام قادر کو اسیر کرنے میں کامیاب ہوا۔ بعد میں اُس کو اندھا کر دیا، اس کے ہاتھ و ناک و کان کاٹ لیے اور ایک درخت سے لٹکا دیا۔ بعد ازیں یہ تمام ٹکڑے شاہ عالم کی خدمت میں بھیج دیئے گئے۔[1]

اظفری نے غلام قادر کی اسیری اور نہایت سختیوں کے ساتھ اس کے قتل کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"آخر قہرمانِ حقیقی کی غیرت کو جوش آیا۔ اور یہ ملعون متھرا میں اپنے کمینہ اعمال کی سزا کو پہنچا۔ طرح طرح کے عذاب اور ذلت کا مزہ چکھ کر جہنم واصل ہوا، مرہٹہ مذکور نے اس کے دونوں کان، ناک اور نیچے کا ہونٹ کٹوا ڈالا اور آنکھیں بھی نکلوا کر الگ الگ ڈبیوں میں رکھوائیں، پھر یہ چیزیں تحفۂ مبارک بادی کے طور پر اس مجبور بادشاہ کے حضور میں بھجوائیں"[2]

سیندھیا نے شاہ عالم کو پھر تختِ شاہی پر متمکن کیا۔ اِن حالات کا ذکر کرتے ہوئے میر کا بیان ہے کہ بادشاہ صرف نام کو تھا عملی طور پر مرہٹوں کی عمل داری تھی۔ مرہٹوں نے

"قلعے کو جاٹوں کو حوالے کر دیا۔ اب سو روپے روز بادشاہ کو دیتے ہیں اور تمام ملک پر متصرف ہیں ........ اب مرہٹہ (سیندھیا) بادشاہ ہے جو چاہتا ہے، سو کرتا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ یہ رنگ کب تک رہتا ہے"[3]

**(۵) جاٹ**[4] مرہٹوں اور سکھوں کے علاوہ ایک تیسری سیاسی طاقت جاٹوں کی تھی جو اٹھارہویں صدی عیسوی میں اُبھری جاٹ، آگرہ، دہلی کے درمیانی علاقے میں رہتے تھے، اور کاشتکاری اُن کا آبائی پیشہ تھا، شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں اُنہیں گھوڑے پر سوار ہونے اور گڑھیاں تعمیر کرنے کی

---

[1] برائے تفصیل میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۹۰-۱۹۱، مفتاح التواریخ۔ ص ۳۶۲- تاریخ ہندوستان، ج ۹۔ ص ۳۴۲
Rulers of India (Oxford, 1901) pp 139-142; واقعات اظفری ۹۔
Fall of The Mughal Empire, III, pp 329 — 330,

[2] واقعات اظفری۔ ص ۱۰۔ History of the Reign of Shah Aulum. P. 249

[3] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۹۱-

[4] جاٹوں کے عروج کے لئے ملاحظہ ہو۔
History of the Jats (Qanungo) PP 1-33 Vol. I,

اجازت نہ تھی، اور نہ وہ اپنے پاس بندوق رکھ سکتے تھے۔[۱] وہ اتنے سرکش تھے کہ فوجی طاقت کا استعمال کئے بغیر اُن سے سرکاری لگان بھی وصول نہ ہوتا تھا۔[۲]

اورنگ زیب نے اُن کی اُبھرتی ہوئی طاقت سے خطرہ محسوس کر لیا تھا اور اُس نے اپنے پوتے، بیدار بخت کو اُن کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ مگر وہ ہلکی سی گوشمالی کے بعد اُن سے اطاعت کا اقرار کرا کر واپس چلا آیا تھا۔[۳]

اورنگ زیب کے کمزور اور عیش پرست جانشینوں نے جاٹوں کی طرف سے غفلت کی اور اس قوم نے اسی فرصت کو غنیمت سمجھ کر بہت سے قلعے اور گڑھیاں تعمیر کر لیں۔ اور اپنے پاس بندوق رکھ کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا۔ چورامن جاٹ (۱۶۹۵ء - ۱۷۲۱ء) نے جنگ تخت نشینی کے دوران میں طرفین کی افواج اور اسباب کو خوب لوٹا۔ چورامن، ایک مدبر اور سیاست داں سردار تھا اُس نے بہادر شاہ کی اطاعت قبول کر لی، بہادر شاہ نے اس کی گذشتہ خطائیں معاف کر دیں۔ اور اسے پنج ہزاری ذات و سوار کا منصب عطا کیا۔[۴] چورامن اجمیر تک بہادر شاہ کے ہمراہ گیا، اور اس کی معیت میں سکھوں سے مقابلے کے لئے بھی گیا۔[۵]

جہاندار شاہ (۱۷۱۲ء - ۱۷۱۳ء) کے دورِ حکومت میں چورامن جاٹ نے جمنا کے مغربی کنارے سے چنبل تک کے علاقے پر قابض ہو کر حکومت کرنا شروع کر دیا۔ محمد فرخ سیر (۱۷۱۳ء تا ۱۷۱۹ء) کے زمانے میں جاٹوں نے پھر شورش کی۔ اور قطب الملک، وزیر کو اُن کی سرکوبی کے لئے اپنی فوجیں بھیجنی پڑیں، چورامن نے معمولی جھڑپ کے بعد صلح کر لی اور اُسے بادشاہ کے حضور میں لا کر معافی دلوا دی گئی، یہ عمل سیاسی مصلحت کے بالکل خلاف تھا۔[۶]

---

۱ سیاسی مکتوبات - ص ۱۰۱ ۲ Twilight of The Mughals (Spear) p.5

۳ سیاسی مکتوبات ۱۰۱، ۴ History of The Jats pp 35, 45, ۴ لیٹر مغلس ج ۲ - ص ۳۲۲

۵ لیٹر مغلس ج ۲ ص ۳۲۳ -

۶ سیاسی مکتوبات - ص ۱۰۱، ۱۰۲ - لیٹر مغلس - ج ۲ ص ۳۲۶ - ۳۲۷ -

عہد محمد شاہ (۱۷۱۹ء - ۱۷۴۹ء) میں اس قوم کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی۔ سورج مل جاٹ (۱۷۵۶ء - ۱۷۶۳ء) کی سرداری میں جاٹوں نے فتنہ برپا کیا۔ اُس نے بیانہ پر زبردستی قبضہ کر کے وہاں کی مسلمان آبادی کو شہر بدر کر دیا تھا۔ درباری امراء میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی، اگر ایک امیر جاٹوں کی سرکوبی کا ارادہ کرتا تو سورج مل اس کے حریف سے ساز باز کر کے اس کوشش کو ناکام بنا دیتا تھا۔

۱۷۵۲ء میں بعہد احمد شاہ، سورج مل جاٹ کو بادشاہ نے سہ ہزاری ذات اور دو ہزاری سوار کا منصب عطا کیا۔[1] اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد وزیر الممالک صفدر جنگ نے خروج کیا اور سورج مل سے سازش کر کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا۔ اور تمام باشندوں کو لوٹ لیا۔

میر نے اس حملہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

"پرانا شہر تو سب تاراج ہو گیا"[2]

عماد السعادت کا مصنف لکھتا ہے کہ وزیر صفدر جنگ کو خود لڑنے میں تامل تھا، اس لئے اُس نے سورج مل کو آگے بڑھا دیا۔ اُس نے پرانی دہلی کو خوب لُوٹا، عوام پر سخت مصیبت نازل ہوئی، بہت سے لوگوں نے خود کشی کر لی ..... جاٹوں کے اس ہنگامہ کو لوگ "جاٹ گردی" کے نام سے یاد کرتے تھے۔[3]

ہرچرن داس، مصنف چہار گلزار شجاعی کا بیان ہے کہ جب جاٹوں نے لوٹ مار کے لئے ہاتھ بڑھایا تو دہلی کے باشندے گھبراہٹ اور پریشانی میں گھروں سے نکل کھڑے ہوئے، ہزاروں کی جانیں تلف ہو گئیں، اور اونچی اور عالی شان عمارتیں جل کر راکھ کی ڈھیر ہو گئیں، اور شہر نو کے لوگوں نے خوف خطر کے عالم میں خانہ بدوشی اختیار کی، اور خاص اور قیمتی چیزیں جو اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے۔ اپنے ہمراہ لے گئے، پریشانی کے عالم میں کوچہ و بازار میں مارے مارے پھرتے تھے، مختصر یہ کہ شاہ جہاں آباد کے باشندوں کو ایک عجب حالت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور شہر کہنہ اور شہر نو کی خلقت

---

۱؎ وقائع شاہ عالم ثانی۔ ص۔ ۷ ۲؎ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۰۶-۱۰۷

۳؎ عمادت السعادت۔ ص ۶۳۔

ایک ٹوٹے ہوئے جہاز کے مانند ظالم موجوں کے رحم و کرم پر تھے، ہر شخص سراسیمہ اور پریشان نظر آتا تھا۔

شدہ روزِ قیامت آشکارا دل مردم شدہ از غم فگارا

خلائق شد سراسیمہ پریشان دویدند چار سوئی چوں گوی میدان

پدر را از پسر خبرے نماندہ زن و شوہر جدا ہر سو فتادہ

زنانی ہا کہ در پردہ بماندہ فتاد از خانہ بیروں سر کشادہ

زن و مرداں شدہ در کوی و بازار سراسیمہ پریشان و دل افگار

خبر از جان و مالِ کس نماندہ خیالِ مرگ بر دلہا نشاندہ[1]

سورج مل کی قیادت میں جاٹوں کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے میر کا بیان ہے کہ:-

"سورج مل، جو بڑا طاقتور زمین دار ہے اور اُس کے آبا و اجداد (مغلیہ) بادشاہوں کی نوازشوں سے ہمیشہ بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں، اکبر آباد (آگرہ) و شاہ جہاں آباد (دہلی) کے مابین کی راہداری اُس سے متعلق تھی، اُس نے مسلمان امراء کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اُن دِنوں بغاوت کر دی اور اکثر محالات پر قابض ہو گیا، اور سیہ روزگار قلعہ دار کی نمک حرامی سے آگرے کا قلعہ بھی ہتھیا لیا۔"[2]

نجیب الدولہ سے مقابلہ کرتے ہوئے سورج مل کام آیا، میر نے اس واقعہ کا ذکر یوں کیا ہے:-

"وہ (سورج مل) شاہ جہاں آباد کی طرف بڑی دلیری سے بڑھا، نجیب الدولہ نے بے پروائی کے ساتھ شہر کے دروازے بند کرا دیئے اور جنگ کے ارادے سے باز رہا۔ یہ مغرور و متکبر اپنے گھمنڈ میں رہا۔ اور دریا سے پار اُتر کر تازہ آفت پیدا

[1] چہار گلزار شجاعی (قلمی) ص ۲۴۴، نیز تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۶۹، خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۴-۱۰۵
سیاسی مکتوبات۔ ص ۱۵۳ [2] برائے تفصیل۔ میر کی آپ بیتی ص ۱۴۱۔

کردی، اس (نجیب الدولہ) کی انسانیت میں شبہ نہیں، اُس نے سو بار کہلا بھیجا کہ "میں تم سے جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا، اس لیئے اپنی فوج کو نہیں نکالا ہے۔ شہر کے غریب لوگ مفت میں تکلیف اُٹھائیں گے، یہاں محاصرہ کرنا مناسب نہیں ہے۔" لیکن (سورج مل نے) ایک جواب بھی انسانیت کا نہ دیا اور کمین پن کا جواب یہ بھیجا کہ "میں تو نواب کی فوج دیکھ کر واپس جاؤں گا، اگر جلدی شہر سے باہر نکل آئیں تو احسان ہوگا، کیوں کہ مجھے اور بھی کام درپیش ہیں، نہیں تو یہ فوج جو میرے اختیار میں نہیں ہے، صبح شام میں شہر پر دھاوا کیا چاہتی ہے۔"

"جب روہیلوں نے کشت و خون شروع کیا تو سورج مل نے اپنے تئیں فوج میں چھپا رکھا تھا اور اس سے غافل ہو کر کہ موت اُس کے گھات میں ہے' بالا بالا نکل کر اُس فوج پر ٹوٹ پڑا جو شہر کی جانب تھی، اس پر شور برپا ہو گیا، اِدھر (نجیب الدولہ کی فوج) کے قلب سے کچھ فوج اُن کی امداد کے لئے بھاگی اور اس مصیبت کو دُور کیا۔ اسی گرد و غبار میں اس اجل رسیدہ کے ایسا زخم لگا کہ گھوڑے سے زمین پر گرا اور مر گیا۔[1]

سورج مل کی وفات کے وقت جاٹوں کی حکومت میں آگرہ، دھولپور، مین پوری، ہاتھرس، علی گڈھ، ایٹہ، رہتک، فرخ نگر، میوات، ریواڑی، گڑگاؤں، متھرا کے اضلاع کے علاوہ بھرت پور ریاست کے کچھ اضلاع شامل تھے۔[2]

سورج مل کے بعد اُس کا لڑکا جواہر سنگھ، جاٹوں کا سردار مقرر ہوا۔ میر کا بیان ہے کہ "جواہر سنگھ جس کی جان یہ خبر سُن کر (ہی) نکل گئی تھی اور بظاہر خود کو سنبھالے ہوئے تھا' آیا اور مسندِ ریاست پر متمکن ہو کر لشکر جمع کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ ہمت اور شجاعت اور مروّت میں وہ اپنے باپ سے سو گنا بہتر تھا۔" ع "دولت نہ دہد خدائے کس را بغلط"[3]

---

[1] برائے تفصیل۔ میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۴۵ - ۱۴۹)، نیز ملاحظہ ہو، مفتاح التواریخ۔ ص ۳۴۵ میں اسے آغاز ۱۷۶۴ء کا واقعہ لکھا ہے۔ [2] جاٹوں کی تاریخ (انگریزی، قانون گو) ج ۱۔ ص ۱۶۷ [3] میر کی آپ بیتی ص ۱۴۹۔

میر کا بیان ہے کہ جواہر سنگھ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ملہار (راؤ ہلکر) کی اعانت سے بھاری لشکر لے کر نجیب الدولہ پر حملہ آور ہوا۔ اور دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ اناج کی مہنگائی سے مخلوق تنگ آ گئی، جنگ و جدال اور کشت و خون کا (سلسلہ) قریب دو مہینے تک جاری رہا۔ عماد الملک جو اس جنگ سے کنارا کرنے کی فکر میں تھا (اپنی) فوج کے ساتھ بھرت پور کے قلعہ سے نکلا اور فالتو لوگوں کو فرخ آباد بھیجکر جواہر سنگھ کا شریک ہو گیا۔[1]

مرزا مظہر جان جاناں اپنے سترھویں مکتوب میں اس واقعہ کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔

"نواب اور جاٹوں کے درمیان صلح کی خبر مجھ تک پہونچی۔ جو کچھ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا، اس سے مجھے ایسا گمان ہوتا ہے کہ راجا بہادر سنگھ اور دابر سنگھ کے توسل سے جاٹ لوگ اپنے فائدے کے لئے صلح کر رہے ہیں، میں نے نواب کو مشورہ دیا کہ اُس نے اپنی افواج کی برطرفی اور سامانِ حرب کی کمی اور اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں اپنے کو گرا لیا ہے۔ اب کوئی بھی اُس پر اعتماد نہیں کرتا، اس لئے کیوں کوئی نواب کی طرف سے جنگ کرے؟ نواب کو اپنے دوستوں اور حریفوں، دونوں کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ جو کوئی بھی شخص نواب کی طرف سے نمائندہ بن کر جاٹوں کے پاس جاتا ہے، وہ اپنے فوائد کو مقدم رکھتا ہے، اِن دنوں کسی کا بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔"[2]

مرزا مظہر جان جاناں نے نواب کو آگاہ کیا کہ جاٹ صرف تفادلِ وقتی کی نیت سے صلح کر رہے ہیں، یہ خلاف مصلحت عمل ہے، لیکن ایک صوفی کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی گئی۔[3]

میر نے جاٹوں اور مرہٹوں کی جنگ کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے[4] اس موقع پر میر راجا ناگرمل کے ہمراہ آگرہ گئے جو جواہر سنگھ سے ملاقات کی غرض سے وہاں گئے تھے۔[5]

---

[1] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۵۱، ۱۵۲، [2] کلماتِ طیبات۔ ص ۸۳ - ۸۴ [3] کلماتِ طیبات ص ۸۴

[4] میر کی آپ بیتی ص ۱۵۳ - ۱۵۵ [5] میر کی آپ بیتی ص ۱۵۵۔

بعد ازیں میر نے جواہر سنگھ اور مادھو سنگھ پسر جے سنگھ کے مابین زمین داری کے مسئلے میں جنگ کا ذکر کیا ہے۔[1]

میر نے سورج مل کے انتقال کے بعد جاٹوں کی خانہ جنگی کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اُن کا بیان ہے کہ اس آپسی نفاق اور عناد نے ان کی سیاسی طاقت کو کمزور کر دیا تھا۔ بقول میر، جواہر سنگھ آگرے میں کسی بدبخت کے ہاتھوں، تلوار کے ایک وار میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اب ریاست اُس کے بھائی راؤ رتن سنگھ کو ملی، یہ سیہ کار ہمیشہ شراب کے نشے میں دُھت رہتا تھا اور خلقِ خدا پر حد سے زیادہ ظلم کرتا تھا۔ چنانچہ دس مہینے کی مدت، ریاست میں اُس نے ہر کس و ناکس سے بدسلوکیاں کیں، انجام کار کسی مہوس نے اُسے بھی چاقو سے ہلاک کر ڈالا۔ اب سردار اس کے نابالغ بیٹے کے نام سے کھیری سنگھ مقرر ہوا۔ اختیارات ملازموں کے ہاتھوں میں رہے جس کے باعث سارا کام ابتر ہو گیا۔

"اب کارپردازوں نے سورج مل کے چوتھے بیٹے نول سنگھ کو جو اس وقت موجود نہیں تھا، اس نابالغ لڑکے کی نیابت میں لے لیا ہے، اگر سلیقے سے حکومت چلا لیں تو اچھا ہے ورنہ ڈھنگ تو بگڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔"

"جب اس قوم کے نفاق نے طول پکڑا اور ملک کے انتظام کی نوبت کمیٹیوں تک پہونچی تو نول سنگھ اور اس کا چھوٹا بھائی رنجیت سنگھ جس سے، کمہیر کا قلعہ متعلق ہے دونوں جنگ کے لئے کھڑے ہو گئے، تقریباً پندرہ دن تک توپ و تفنگ کے ساتھ جنگ ہوتی رہی، چونکہ قلعہ مضبوط تھا، ناچار نول سنگھ نے صلح کر کے چھوڑ دیا۔ ہر چند بظاہر دونوں بھائیوں میں صلح و صفائی ہو گئی ہے۔ لیکن کینۂ باطن کا کیا علاج؟"[2]

---

[1] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۵۵ - ۱۵۶۔ [2] میر کی آپ بیتی ص ۱۵۷ - ۱۵۸ - یہ واقعہ ۱۷۶۸ء میں پیش آیا۔ ملاحظہ ہو۔ ہسٹری آف دی جاٹس ج ۱ - ص ۲۱۷

بعد ازیں میرؔ کا بیان ہے کہ "جب جاٹوں کی شورش اور فتنہ انگیزی حد سے بڑھنے لگی اور زندگی اُن کے ہاتھوں اجیرن ہوگئی تو راجا ناگرمل نے بیس ہزار دہلی والوں کے گھروں کو لے کر جو اُسی کی وجہ سے آباد تھے اور اُن میں سے اکثر اُس کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے، نکل جانے کا فیصلہ کیا ..... اب ہم مصیبت کے مارے بھی اس کی نوکری کے تعلق سے اُسی قافلے کے ساتھ اقامت گزیں ہیں۔"[1]

باوجود اس آپسی نفاق اور تنازعہ کے جاٹوں کی طاقت بڑھتی رہی، میرؔ کا بیان ہے کہ "جاٹ یعنی سورج مل کی اولاد درگاہِ حضرت قطب الدین بختیار کاکی تک قابض ہوچکے تھے جو شہر سے تین چار کوس پر ہے۔ .... چونکہ اس قوم کی شامت قریب تھی، ایک دن ان کی فوج گڑھی کے میدان میں آگئی، جو درگاہ خواجہؒ کے نزدیک ہی ہے، اور وہاں دھما چوکڑی مچانے لگے"[2] نجف خان اپنی فوج لے کر اُن کے مقابلے کو آیا اور میدان مار لیا۔ جاٹوں کا لشکر شکست کھا کر واپس چلا گیا[3]

مختصر یہ کہ سرداری کے لئے خانہ جنگی نے اُن کی طاقت کو کمزور کر دیا اور اُن کی رہی سہی طاقت کا مرہٹوں اور انگریزوں نے خاتمہ کر دیا۔

(د) سکھ | اورنگ زیب کے بعد سکھوں کی قیادت بندہ بیراگی کے ہاتھ میں آئی اور اُس نے مظالم شروع کئے، خصوصاً پنجاب کے مسلمان اُس کے تشدد کے نشانہ بنے رہے۔ اُس نے سرہند کو چار دن تک لوٹا۔ مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی اور مسلمانوں کے گھروں کو جلایا گیا۔[4] طبا طبائی کا بیان ہے کہ بندہ بیراگی نے مسلمانوں پر بڑے مظالم کئے، جسے پایا قتل

---

[1] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۵۹۔ ۱۶۰ [2] میر کی آپ بیتی ص ۱۶۷۔ ۱۶۹۔

[3] مفتاح التواریخ۔ ص ۳۵۵۔

[4] Forster's Travel, vol, 1, P 304—21

A History of the Sekhs. (Cunningham.) P129

کر ڈالا اور ذلیل و خوار کیا، حتیٰ کہ مسلمان حاملہ عورتوں کے شکم پھاڑ کر بچے نکال کر مارتا تھا۔[1]
قاضی قادری کی اولاد کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے بزرگ کی قبر کھود کر اس کی لاش کو باہر نکالیں،
مرزا مظہر جان جاناں نے اپنے ایک خط میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"از ظلم و ستم کافران سکھ ..... بلدۂ معتبر کہ شہر ندویران شد و مزارات حضرت علیہم الرضوان بشہادت رسید و صاحبزادہا آوارہ ہر شہر و دیار شدند"[2]

تھانیسر میں سکھوں کے ہاتھوں جو تباہی و بربادی ہوئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے مرزا کہتے ہیں کہ:۔

"حق تعالیٰ اسلام را قوی تر گرداند، دریں روزگار المی قوی بدل راہ یافتہ، در ماہِ گذشتہ قلعہ تھانیسر را کفار سکھ بعذر متصرف شدند و قتل و غارت وافر درمیان آمد مولوی قلندر بخش جیو سلمہ، بہ معہ زن و فرزند غارت خوردہ ....... از غایت بی اسبابی در آں نواح متوقف اند"[3]

میر نے سکھوں کے اُن مظالم و تشدد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جو انھوں نے سرہند کے باشندوں اور احمد شاہ ابدالی کی افواج پر کئے تھے، بقول میر "چوں کہ اس قوم (ابدالیوں) کا غرور حد سے تجاوز کر چکا تھا، غیرتِ خداوندی نے اُنہیں سکھوں کے ہاتھوں ذلیل کیا جو پنجاب کے نواح میں

---

[1] سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۲ - ص ۲۹ - بقول خافی خان سکھوں نے آٹھ نو مہینے میں شاہجہاں آباد سے دو تین منزل تک کے تمام علاقوں اور لاہور کے قرب و جوار کے تمام قصبوں اور مشہور آبادیوں کو تاخت و تاراج کیا اور بے شمار آدمیوں کو جامِ شہادت پلایا۔ تمام لوگوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، مسجدوں کو مسمار کیا گیا اور بزرگوں کے مزاروں کو کھدوا ڈالا گیا، لاہور سے واپسی پر انھوں نے کرنال اور شاہ ھورہ کے قصبوں اور دیہاتوں کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور گرفتار شدہ سو سو دو دو سو مسلمان اور ہندوؤں کو ایک جگہ بٹھا کر قتل کر ڈالا گیا - خافی خان - ج ۲/ص ۶۶۰ نیز ملاحظہ ہو، دستور الانشاء (یار محمد) ص ۵ حیاتِ طیبہ (مرزا حیرت) ص ۱۳۱) احوال الخواتین ص ۳۰ (الف) [2] کلمات طیبات ص ۵۳ [3] کلمات طیبات ص ۴۴

بے اصولوں، جولاہوں، نداقوں، بزازوں، دلالوں، بقالوں، نجاروں، قزاقوں، کسانوں
کم مایہ لوگوں، سفلوں، جنگلیوں، بازاریوں، کمینوں، اور تہی دستوں کی ٹولی تھی، تقریباً پچاس ہزار
سکھوں نے اس لشکرِ جرار کا مقابلہ کیا۔ کبھی تو ایسے مقابل آتے کہ زخم پر زخم کھاتے مگر پیٹھ نہ دکھاتے
اور کبھی ادھر ادھر منتشر ہو کر سو دو سو (ابدالی) سپاہیوں کو گھیر کرلے جاتے اور سب کو تہ تیغ
کر دیتے، ہر روز صبح کو فتنہ اُٹھاتے، ہر شام کو چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے (غرض) انھوں
نے (ابدالی کے) لشکریوں کا ناک میں دم کر دیا۔ انھیں جان بچا کر بھاگنا دوبھر کر دیا۔ کبھی ظاہر
ہوتے اور لشکریوں پر ٹوٹ پڑتے، کبھی شہر پر ہلا بول دیتے اور اُسے تاراج کر دیتے، پریشان
بالوں اور بندھے ہوئے چٹلوں کے ساتھ فوج میں آتے تھے، رات بھر شور و شر (رہتا) اور سارا
دن فریاد و فغاں (کی ہولناک آوازیں آتیں) اُن کے پیادے ابدالی سوار کے تلوار لگاتے
اور اُن کے گھوڑوں کی زین خون میں لت پت ہو جاتی، اُن کے معمولی سپاہی ابدالی کے تیر اندازوں
کو پکڑ لے جاتے اور طرح طرح کی ایذائیں دیتے۔"[1]

ورید نے مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم و تشدد کا موازنہ فرعون کے اسرائیلیوں پر
کئے گئے مظالم سے کیا ہے۔[2]

"سکھوں کی چیرہ دستی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ بقول میر، وہ گروہ ابدالیوں کے تعاقب
میں لوٹ کھسوٹ اور تاراج کرتا ہوا دریائے اٹک تک گیا اور ان کی اچھی خاصی تنبیہ و گوشمالی
کر کے اُس صوبے پر قبضہ کر لیا جس کی آمدنی دو کروڑ روپے سالانہ تھی۔ کچھ دنوں بعد اُس
اجل رسیدہ ہندو کو، جو شہر لاہور میں مقیم تھا، قتل کر کے بالکل ہی مالک ہو گئے۔ اب چونکہ
ملک کا دعویدار کوئی نہ تھا، اُن کم اصلوں نے ملک کو آپس میں بانٹ لیا اور رعایا پر فیاضیاں
شروع کر دیں، یعنی حکومت کے طور طریق سے واقف تھے نہیں، کاشتکاروں پر اندھا دھند
معافیاں شروع کر دیں اور مالِ غنیمت خود لے لیا۔[3]

---

[1] میر کی آپ بیتی. ص ۱۳۹ - ۱۴۰ - [2] LOTER MUGHALS (gevin) VOL ,1, P 97
[3] میر کی آپ بیتی - ص ۱۴۰ - ۱۴۱ -